نظام المدارس پاکستان کے نصاب کے عین مطابق

الانتقال بین المذاہب

سوالاً جواباً

مرتب

مفتی شہزاد احمد سجاد صاحب

پرنسپل جامعہ حسینیہ

0303-0626802

الانتقال بین المذاہب

مصنف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

مرتب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفتی شہزاد احمد سجاد (پرنسپل جامعہ حسینیہ و ضلعی کوارڈینیٹر)

معاون۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حافظ احمد بشیر (متعلّم جامعہ حسینیہ)

ناشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جامعہ حسینیہ، غوثیہ کالونی علی پور چٹھہ

0303-0626802

muftishahzad9@gmail.com

0326-4743100

Ahmadbashirrr789@gmail.com

تعارفِ کتاب

کتاب الانتقال بین المذاہب نظام المدارس پاکستان کے درجہ خامسہ کے نصاب میں شامل ہے۔ جس کے مصنف شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری ہے۔

یہ کتاب اسلامی سرمایہ کاری کے اصولوں پر مبنی اسلامی مالیاتی نظام پر لکھی گئی ایک منفرد حیثیت کی حامل کتاب ہے جس میں الانتقال بین المذاہب کے فقہی قاعدے کے ذریعے اسلامی بینکاری اور مالیاتی نظام کی معیار سازی پر سیر حاصل گفتگو ہے۔

ہم نے نصاب میں شامل کتاب ہذا کے تمام تر نقاط (ابواب) کو انتہائی آسان طریقہ سے سوالاً جواباً مرتب کیا ہے۔ جو کہ ہر اعتبار سے قارئین اور خصوصاً طلبہ کے لئے انتہائی مفید ثابت ہو گی۔

اللہ کریم ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ امین!

جامعہ حسینیہ، غوثیہ کالونی علی پور چٹھہ

الانتقال بین المذاہب(سوالاً جواباً)

سوال نمبر1:۔الانتقال بین المذاہب کامفہوم کیا ہے؟

اپنے فقہی مذہب سے غیر مشروط تمسک اور دیگر فقہی مذاہب سے اختیاری مسائل میں استفادہ کرنااور جملہ فقہی مذاہب سے یکساں استفادہ کر کے جدید معاشی واقتصادی اور علمی وفق ہی مسائل کی گتھیاں سلجھانایہی وہ عمل ہے جسے الانتقال بین المذاہب سے موسوم کیا گیا ہے۔

سوال نمبر2:۔انتقال بین المذاہب کیوں ضروری ہے؟

1 :ہمہ گیر سہل کاری:

فی زمانہ بعض مسائل ایسے ہیں کہ ان کے حل کے لیے کسی ایک ہی فقہی مذہب سے تمسک (تقید بالمذہب) کے بجائے مذاہب اربعہ سے استفادہ ناگزیر ہوچکا ہے یہ امر وسعت قلب و نظر کا متقاضی ہے اس فقہی توسع سے مطلوبہ کشادہ نظری لچک اور ہما گر سہل کاری وجود میں آسکتی ہے جبکہ ایک ہی فقہی مذہب کی پیروی اور دوسرے کسی بھی مذہب کی طرف سے مسائل کی آسان حل کی طرف پیش رفت کی تردید ایسا غیر تخلیقی اور جامد رویہ ہے جو مسائل کو مزید گنجلک تو کر سکتا ہے مگر کسی مسئلے کا شافی حل پیش نہیں کر سکتا۔

2 :آسانی پیدا کرنا:

ایک خاص علاقے کے لوگوں کا اپنی مذہب اور دوسرے علاقے کے لوگوں کا دوسرے فقہی مذہب کے طے کردہ شرعی قوانین پر بغیر کسی لچک کے ڈٹ جانا (تقلید المذہب) ہے کسی تیسرے علاقے کے لوگ تیسرے فقہی مذہب پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں جبکہ کچھ چوتھا علاقہ ان سے بھی مختلف فقہی مذہب پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں جبکہ کوئی چوتھا علاقہ ان سے بھی مختلف فقہی مذہب کے پیروکاروں پر مشتمل ہو سکتا ہے یہی تقلید المذہب (کسی ایک مکتبہ فکر سے پختہ وابستگی) ہی معیار سازی میں ابہام کا اصل ثواب ہے اس مسئلے کا حل ہمہ غیر اپنائیت اور وسعت کی نئ فقہی سوچ کو اپنانا ہے اس سوچ کی بنیاد آسانیاں پیدا کرنے کے قرانی اصول اور وسعت نظری کے فقہی اصول پر استوار ہے یہ سوچ الانتقال بین المذاہب کے نام سے متعارف ہو گی جس سے مراد چاروں فقہی مذاہب کے مابین ایک کی رائے کا دوسرے کی رائے سے تبادلہ ہے۔

سوال نمبر3:۔الانتقال بین المذاہب کاسب سے بڑامیدان کون سا ہے؟

اس بارے میں سرفہرست اسلامی بینکاری کا نظام ہے اسلامی بینکاری اور مالیاتی نظام تعمیر وترقی اور مصنوعات وخدمات کی فراہمی کے میدانوں میں بڑی سرعت سے کامیابی کی طرف بڑھ رہا ہے اور دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل رہا ہے۔

سوال نمبر4:۔اسلامی بینکاری میں سب سے بڑا چیلنج کیا ہے؟

اسلامی بینکاری اور مالیاتی نظام کو درپیش چیلنجز میں سب سے بڑا چیلنج دنیا کے مختلف علاقوں میں مہیا کی جانے والی اسلامی بینکاری کی مصنوعات اور خدمات کا ایک جیسا یا ایک ہی طرح کے قواعد ضوابط کے تحت نہ ہونا ہے جس کی طرف بعض علماء اور محققین اپنی تحریروں میں اشارہ کر چکے ہیں ان کے مطابق اسلامی بینکاری اور مالیاتی نظام کے تحت مہیا کی جانے والی کئی مصنوعات اور خدمات کو جائز یا ناجائز قرار دیے جانے کا دار ومدار مذاہب اربع یعنی احناف، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے مابین پایا جانے والا فقہی اختلاف ہے۔

سوال نمبر 5:۔ کیا ایک ہی فقہی مذہب کے مطابق بینکاری درست اقدام ہے؟

ایک خاص فقہی مذہب کا پابند رہتے ہوئے اسلامی مالیاتی نظام کے مسائل کا حل تلاش کرنے سے کئی ابہامات پیدا ہوتے اور غلط فہمیاں جنم لیتی ہیں جن سے بچنے کی حکمت عملی یہ ہے کہ عالمی سطح پر قابل قبول اور ایک جیسے مجموعہ شرعی ضوابط یا شریعہ کوڈ کی تشکیل عمل میں لائی جائے بصورت دیگر اسلامی مالیاتی صنعت کی جانب سے متعارف کرائی جانے والی مصنوعات جزوی پذیرائی ہی حاصل کر سکیں گے۔

سوال نمبر 6:۔ عالمی سطح پر اسلامی بینکاری کی طرف کیا پیش رفت ہو چکی ہے؟

بحرین میں اداراتی سطح پر نفاذ شریعہ کمیٹی اور مرکزی سطح پر قومی شریعہ مشاورتی بورڈ موجود ہیں، لیکن ان کا کردار مرکزی بینک کو شرعی معاملات میں مشورہ دینے کی حد تک محدود ہے۔ ملائیشیا اور انڈونیشیا میں قومی سطح کے اعلیٰ اختیاراتی ادارے قائم کیے گئے ہیں جو بین الاقوامی مالیاتی اداروں میں فتووں اور شریعہ کے نفاذ کی معیار سازی کا کام کرتے ہیں۔ خلیجی تعاون کی دیگر ریاستوں جیسے کہ کویت، متحدہ عرب امارات اور قطر میں بھی اداراتی سطح پر شریعہ کمیٹیاں قائم ہیں جب کہ وزارت اوقاف و مذہبی امور یا وزارت انصاف اور اسلامی اُمور کی طرح کے دیگر خود مختار ادارے بھی موجود ہیں جنہیں شرعی احکام پر عمل درآمد کی نگرانی کا اختیار حاصل ہے۔ متحدہ عرب امارات، قطر اور کویت میں قائم اعلیٰ اختیاراتی نفاذ شریعہ ادارے صرف اسی صورت میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں جب کسی شرعی حکم کے بارے میں علماء کی آراء میں اختلاف پایا جا رہا ہو۔ سعودی عرب میں نفاذ شریعت کو (IFIs) کی رضاکارانہ صوابدید اور مارکیٹ کے تقاضوں کے مطابق عمل میں لانے کو ترجیح دی جاتی ہے۔

سوال نمبر 7:۔ مثال سے واضح کریں کہ اسلامی بینکاری میں فقہی اختلافات بہت زیادہ ہیں۔

اس کی ایک مثال کاروباری لین دین میں باہمی اعتماد کے معاہدے کی جانے والی سرمایہ کاری یا مضاربہ یعنی نفع و نقصان میں شرکت کا ایک معاہدہ ہے اس کے بارے میں مالکیہ اور شوافع کی رائے ہے کہ مضاربہ کو صرف تجارت یا تجارت سے متعلقہ شعبوں تک محدود رہنا چاہیے اور صنعت کے شعبے پر اس کا اطلاق نہیں ہونا چاہیے ان کے مطابق مضاربہ کو کسی شے کی تیاری کے لیے معاہدے کی صورت نہیں دینا چاہیے اس سے کسی شے کے بنانے کے ایک طویل مدتی معاہدے یعنی اصطلاح نہیں دی جا سکتی جبکہ فقہ حنفی کے مطابق مضاربہ کا اطلاق صنعت کے شعبہ پر بھی ہو سکتا ہے البتہ حنبلی فقہ المضاربہ اور الاستصناع کے اصول پر دو الگ معاہدات کی اجازت دیتی ہے اس صورت میں کہ دونوں ایک دوسرے پر شرائط عائد نہ کریں۔

سوال نمبر 8:۔ الانتقال بین المذاہب کا اختیار کس کے پاس ہونا ضروری ہے اور کیوں؟

الانتقال بین المذاہب کا یہ اختیار ان مقامی کونسلوں کی بجائے ایک عالمی شریعہ کونسل کے پاس ہونا چاہیے علاقائی شریعہ کونسلوں یا ملکی سطح پر متحرک شریعہ کونسلوں کو اس کی اجازت نہیں ہونی چاہیے کہ وہ اپنے خاص فقہی مذہب کی روشنی میں کوئی فتویٰ جاری کریں بلکہ عالمی کونسل میں تمام فقہی مذاہب کے علماء کی مساوی نمائندگی ہونی چاہیے کسی بھی پیداوار کہ جائز ہونے کے بارے میں فتویٰ جاری کرنے کا کلی اختیار عالمی شریعہ کونسل کو منتقل کر دیا جائے تمام اعلیٰ سطحی علماء اور فقہا اپنے مرتبے کے مطابق عالمی شریعہ کونسل کے رکن بنائیں جائیں اگر پھر بھی کسی قومی کونسل کی ضرورت محسوس ہو تو اسے عالمی شریعہ کونسل کے ماتحت رہ کر کام کرنا چاہیے تاہم اسلامی بینکاری اور مالیت کے بارے میں تمام مذاہب کی طرف سے جاری کرتا ایسے فتاوی جات جو انہوں نے فقہی مذہب کے طے کردہ قوانین کے روشنی میں جاری کیے تھے منسوخ کر دیے جائیں۔

سوال نمبر 9:۔ تقلید المذاہب اور الانتقال بین المذاہب میں کیا فرق ہے؟

تقلید المذہب کا طریقہ کار تقید محدود کرنا ہے یہ معاملات کی گنجائش کو تنگ کر دیتا ہے اس کا مآخذ قیس ہے جس کا مطلب ہے محدود کرنا جبکہ الانتقال بین المذاہب کا طریقے کار توسع ہے اور اس کا مقصد وسعتِ نظری سے کام لینا ہے اس کا مآخذ **وسع** ہے جو کہ کچھ سادگی اور کھلے پن کا دوسرا نام ہے (لہذا ہم اسلامی بینکاری اور مالیات کی صنعت میں تقید کے طریقے کار کے بجائے توسط کے طریقے کار کو اپنانا ہو گا۔)

سوال نمبر 10:۔ دین میں وسعت کے حوالے سے آیاتِ قرآنیہ سے مزین دلائل پیش کریں۔

حضور نبی اکرم ﷺ کو بنی نوعِ انسان کے لیے آسانیاں پیدا کرنے زندگی کا بوجھ ہلکا کرنے اور مشکلات دور کرنے کے لیے نبوت اور رسالت سے سرفراز فرمایا گیا ہے۔ قران مجید میں ارشاد باری تعالی ہے:

يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

ترجمہ: اللہ تعالی تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لیے دشواری نہیں چاہتا۔

تعلیمات اسلام آسانیاں فراہم کرنے اور مشکلات دور کرنے پر مبنی ہیں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ

ترجمہ: اللہ نہیں چاہتا کہ وہ تمہارے اوپر کسی قسم کی سختی کرے۔

چونکہ اللہ تعالی انسانوں کی کمزوریوں سے واقف ہے اس نے ان کے لیے فرائض کی بجاآوری کو آسان فرمایا ہے اور ان پر ایسے فرائض عائد نہیں فرمائے جنہیں وہ پورا نہ کر سکتے ہوں جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

يُرِيدُ اللّٰهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا

ترجمہ: اللہ تعالی چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ ہلکا کر دے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے

اسی طرح ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

الْآنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا

ترجمہ: اب اللہ نے تم سے (اپنے حکم کا بوجھ) ہلکا کر دیا اس سے معلوم ہے کہ تم میں کسی قدر کمزوری ہے۔

سوال نمبر 11:۔ احادیثِ نبویہ کی روشنی میں دین کے آسان ہونے پر دلائل تحریر کریں۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے متعدد مقامات پر یہ صراحت فرمائی ہے کہ آپ کو آسانیاں فراہم کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے نہ کہ مشکلات پیدا کرنے والا۔ آسانی رحمت کی نشانی ہے کیونکہ اگر یہ نہ ہوتی تو پھر معاملات آسان نہ بنائے جا سکتے۔ حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ؛

إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْنِي مُعَنِّتًا وَلَا مُتَعَنِّتًا، وَلَكِنْ بَعَثَنِي مُعَلِّمًا مُيَسِّرًا

ترجمہ: بے شک اللہ رب العزت نے مجھے تند خو اور ایذا رساں بنا کر نہیں بھیجا؟ اس نے تو مجھے تعلیم دینے والا اور معاملات کو آسان کر دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ دو معاملات میں سے ہمیشہ سہل معاملے کو اختیار فرماتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ بیان کرتی ہیں:

مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَ أَمْرَيْنِ، إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا، مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کو جب بھی دو اُمور کے درمیان اختیار دیا گیا، تو آپ ﷺ نے ان میں سے آسان کو اختیار فرمایا، جب تک کہ وہ امر گناہ نہ ہو۔

صحیح مسلم میں ہی مروی ایک اور حدیث مبارک کے مطابق حضرت ابو موسیٰ الاشعری روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب بھی صحابہ کرام میں سے کسی کو مہم پر روانہ فرماتے تو انہیں یہ ہدایت فرماتے:

بَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا، وَيَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا

ترجمہ: لوگوں میں خوشخبریاں عام کرو اور انہیں خود سے متنفر نہ کرو۔ معاملات کو آسان بناؤ اور انہیں مشکل نہ بناؤ۔

حضرت ابو بردہ سے مروی ہے کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو موسیٰ الاشعری کو یمن روانہ فرمایا تو انہیں یہ تلقین فرمائی:

يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا، وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا

ترجمہ: تم دونوں معاملات کو آسان بنانا اور انہیں مشکل نہ بنانا لوگوں میں خوشیاں بانٹنا انہیں خود سے متنفر نہ کرنا ایک دوسرے کا حکم ماننا اور ایک دوسرے سے اختلاف نہ کرنا۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ، وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ

ترجمہ: بے شک تمہیں اُمور کو آسان بنانے کے لیے بھیجا گیا ہے، انہیں مشکل بتانے کے لیے نہیں۔

مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے تین بار فرمایا:

إِنَّ خَيْرَ دِينِكُمْ أَيْسَرُهُ إِنَّ خَيْرَ دِينِكُمْ أَيْسَرُهُ إِنَّ خَيْرَ دِينِكُمْ أَيْسَرُهُ

ترجمہ: در حقیقت تمہارے دین کی سب سے بڑی خوبی اس کا آسان ترین ہونا ہے در حقیقت تمہارے دین کی سب سے بڑی خوبی اس کا آسان ترین ہونا ہے در حقیقت تمہارے دین کی سب سے بڑی خوبی اس کا آسان ترین ہونا۔

سوال نمبر 12:۔ ارجح، اظہر، اثبت اور انسب کا کیا مفہوم ہے؟ اور انہیں کس وقت اختیار کیا جاتا ہے؟

ارجح جس کا مطلب ہے: وہ رائے جسے ترجیح دی گئی ہو۔ کوئی فقیہ اسے بعض اوقات اثبت یا أظہر سے بھی موسوم کرتا ہے۔ بعض اوقات وہ اسے اصح یعنی زیادہ درست خیال کرتا ہے جس کا مطلب ہوتا ہے کہ اس کے متضاد بیان ہونے والی رائے بھی درست (صحیح) ہی ہے۔ تاہم یہ رائے اُس کے مقابلے میں زیادہ مناسب أصح اور درستگی کے اعلیٰ درجے پر فائز ہے۔ جب کوئی فقیہ اعلیٰ ترشہادتوں پر مبنی اپنے موقف کو اثبت خیال کرے تو تب بھی وہ مد مقابل رائے کو ثابت شدہ تسلیم کر رہا ہوتا ہے، نہ کہ غلط پس ثابت، أثبت کے مقابے میں کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔ اثبت اعلیٰ و، ثابت

شدہ)،أرجح (عمدہ دلائل کی بناپر فوقیت رکھنے والا)، أنْسب (پیش آمدہ صورت حال سے زیادہ مناسبت رکھنے والا)اور اصح پیش آمدہ مسئلے سے نمٹنے کے لیے درست ترین) جیسی تمام اصطلاحات علماءاور فقہاء مختلف فقہی مذاہب کی طرف سے جاری کردہ مستند مواقف بیان کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں،نہ کہ مدمقابل اصطلاح کو غلط قرار دینے کے لیے۔اس کا مطلب ہے کہ ہر مذہب میں کسی دوسری رائے کے انتخاب کی گنجائش اس کے باوجود بھی موجود ہوتی ہے۔

سوال نمبر13:۔ حنفی فقیہ حسن بن عمار الشرنبلالی کے نزدیک الانتقال بین المذاہب کی کتنی اور کون سی شرائط ہیں؟

علامہ حسن بن عمار الشرنبلالی الحنفی نے اپنے رسالے العقد الفرید لبیان الراجح من الخلاف فی جواز التقلید میں الانتقال بین المذاہب کی تائید فرمائی ہے انہوں نے عظیم فقیہ امام ابوالمحاسن الرویانی الشافعی کا حوالہ دیاہے وہ فرماتے ہیں: تمام مذاہب یاایک کی دوسرے فقہی مذہب کی تقلید تین شرائط کی بناپر ہے:

1. یہ جمع بین المذاہب اس طرح نہ ہو کہ اجماع امت کے برخلاف ہو۔
2. جس کی تقلید کررہاہو اس کی فضیلت کا اعتقاد رکھے بایئں طور کے اس کی اخبار اس تک پہنچی ہیں۔
3. اور یہ کہ مختلف مذاہب کے اندر پائے جانے والی رخصتوں کی ٹوہ (نرمی) میں نہ رہے۔

سوال نمبر14:۔امام ابوالعباس احمد بن ادریس القرافی المالکی کے نزدیک انتقال بین المذاہب کی کتنی شرائط ہیں؟

امام ابوالعباس احمد بن ادریس القرافی المالکی اپنی تصنیف شرح تنقیح الفصول الی الاختصار المحصول فی الاصول میں امام یحییٰ الزناتی کے اس قول کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں: فروعی معاملات میں تمام مذاہب یاایک کے بجائے دوسرے فقہی مذہب کی تقلید تین شرطوں کے پوراہونے کی صورت میں جائز ہے:

1. یہ جمع بین المذاہب اس طرح نہ ہو کہ اجماع امت کے برخلاف ہو۔
2. جس کی تقلید کررہاہو اس کی فضیلت کا اعتقاد رکھیں بایئں طور کے اس کی اخبار اس تک پہنچی ہو۔
3. یہ کہ مختلف مذاہب کے اندر پائی جانے والی رخصتوں کی ٹوہ (نرمی) میں نہ رہے۔

سوال نمبر15:۔امام القرافی کے نزدیک الانتقال بین المذاہب کب جائز ہے؟

امام القرافی امام عزالدین بن عبدالسلام الشافعی کا ایک اور قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں ہم تقلید اور ایک فقہی مذہب سے دوسرے فقہی مذہب میں منتقل ہونے کے جواز کے قائل ہیں البتہ ہم اسی صورت میں اس کے قائل ہیں جب کسی قاضی کے فیصلے سے روگردانی نہ کی جارہی ہو کیونکہ بے شک ہم نے جس شے کا بطور قانون شرعی اقرار نہیں کیاجب وہ قاضی کے فیصلہ کے ساتھ موکد تھی تو ہم بدرجہ اولی اس کا بطور قانون شرعی اقرار نہیں کریں گے جب وہ قاضی کے فیصلہ کے ساتھ موقد نہ ہو کسی جج کا فیصلہ مندرجہ ذیل چار امور میں سے کسی ایک کی وجہ سے ٹوٹ جاتاہے:

1. وہ فیصلہ اجماع کے خلاف ہو۔
2. شرعی ضابطوں کے خلاف ہو۔

3. واضح نصِ شرعی کے جس کی کوئی اور تشریح ممکن نہیں کہ مخالفت کرنے والا ہو۔

4. قیاسِ جلی کی مخالفت کرنے والا ہو۔

سوال نمبر 16:۔امام الآمدی کے نزدیک الانتقال بین المذاہب کب اور کیوں ضروری ہے؟

امام سیف الدین ابو الحسن الآمدی الشافعی اپنی کتاب **الاحکام فی اصول الاحکام** میں رقم طراز ہیں کہ:

جب (اپنے امام کی تقلید کرنے والا) کوئی عام مقلد فرض نماز سے متعلقہ مسائل میں امام کے فیصلوں پر عمل کرے تو آئمہ اس معاملے میں متفق نظر آتے ہیں کہ اسے اس مسئلے میں کسی اور امام کی تقلید کی اجازت نہیں ہے، لیکن اس کے علاوہ دیگر معاملات میں بھی ائمہ دوسرے اماموں کی طرف اور کو دینے اماموں رجوع کرنے اور کی پیروی کرنے کو جائز قرار داستانی اماموں کی طرف رجوع کرنے اور ان کی پیروی کرنے کو جائز قرار دینے پر متفق نہیں ہیں۔اسے مختلف فقہاء کی جانب سے جائز بھی قرار دیا گیا ہے اور ناجائز بھی۔حالانکہ یہ جائز ہے، کیونکہ صحابہ کرام ہی کا اس بارے میں اجماع عیاں ہے کہ کسی عام مقلد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی متنازع بات میں کسی بھی عالم سے فیصلہ لے سکتا ہے۔سلف صالحین میں سے کسی ایک امام کی طرف سے بھی عامۃالناس پر اس طرح کی پابندی منقول نہیں ہے۔اگر کسی متنازع بات پر کسی بھی عالم سے فتوی لینے کی ممانعت ہوتی تو پھر صحابہ کرام کو اس کی اجازت کیسے دی جاسکتی تھی، جو نہ تو ایسی ممانعت سے غافل ہو سکتے تھے اور نہ ہی اس پر خاموشی اختیار کر سکتے تھے۔

اسی تناظر میں اگر کوئی عام شخص اپنی وابستگی کسی بھی ایک فقہی مذہب جیسے کہ امام شافعی، امام ابو حنیفہ یا کسی بھی اور مذہب سے متعین کر رہا ہے اور کہتا ہے: میں فلاں امام کے مذہب پر ہوں اور اس کو لازم پکڑنے والا ہوں تو ائمہ کرام کی ایک جماعت کی طرف سے اسے بعض معاملات میں کسی دوسرے مذہب یا امام کی پیروی کی اجازت دی گئی ہے، اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ کسی خاص مذہب کی تقلید اس کے لیے لازمی نہیں ہے۔ جب کہ بعض دیگر ائمہ نے اسے ممنوع قرار دیا ہے۔کیونکہ ان کے نزدیک ایک مقلد کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ روزمرہ معاملات یا کسی خاص واقعہ کے حکم میں اپنے مذہب کو لازم پکڑے۔

مذہب مختار کے مطابق دونوں صورتوں میں یہ امتیاز ضروری ہے کہ کسی مقلد کے لیے ایسے کسی معاملے میں دوسرے مذہب کی پیروی جائز نہیں جس کے لیے وہ ہمیشہ وہ ہمیشہ اپنے امام کے فقہی مذہب سے .جڑا ہو۔تاہم ایسے مسائل جن کے لیے وہ ہمیشہ اپنے مذہب کی تقلید نہ کرتا ہو (یعنی کبھی کبھار پیدا ہونے والا کوئی اجتماعی نوعیت کا مسئلہ ہو) تو ایسی صورت میں کسی دوسرے امام کی تقلید میں کوئی حرج نہیں۔

سوال نمبر 17:۔امام ابن ہمام کے نزدیک الانتقال بین المذاہب کب جائز ہے؟

امام کمال الدین بن الہمام الحنفی اپنی شاہکار تصنیف **التحریر فی اصول الفقہ الجامع بین اصطلاحی الحنفیہ و الشافعیہ** میں رقم طراز ہیں:

کسی مقلد کو بالاتفاق کسی ایسے مسئلے میں کسی دوسرے امام کی طرف رجوع نہیں کرنا چاہیے جس پر وہ عمل کر چکا ہو تو کیا وہ کسی اور مسئلے میں کسی دوسرے امام کی تکلیف کر سکتا ہے مذہب مختار کے مطابق یقینی طور پر وہ ایسا کر سکتا ہے کیونکہ لوگ ایک مفتی کو لازم پکڑے بغیر کسی مسئلہ میں ایک بار ایک مفتی سے اور دوسری بار دوسرے مفتی سے استفتاء کیا کرتے تھے پھر اگر کوئی شخص ایک مخصوص فقہی مذہب کا پیروکار ہو تو کہا گیا ہے کہ

وہ اپنے مذہب کو لازم پکڑے گا یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اسے لازم نہیں پکڑے گا نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اس شخص کی طرف ہے جو ایک حکم شرعی پر تقلیداً عمل کر لیتا ہے تو اس سے رجوع نہیں کرتا جبکہ کسی دوسرے حکم میں وہ کسی اور امام کی تکلیف کر سکتا ہے اور یہی شہ ظن پر غالب ہے

سوال نمبر 18:۔ کتابِ مذکورہ میں کس کس فقیہ کا الانتقال بین المذاھب میں حوالہ دیا گیا ہے؟

1. علامہ حسن بن عمار الشرنبلالی الحنفی (العقد الفرید لبیان الراجح من الخلاف فی جواز التقلید)
2. علامہ الشنقیطی المالکی (نشر البنود علی مراقی السعود)
3. امام ابو العباس احمد بن ادریس القرافی المالکی (شرح تنقیح الفصول الی الاختصار المحصول فی الاصول)
4. امام عز الدین بن عبد السلام الشافعی
5. امام سیف الدین ابو الحسن الآمدی الشافعی (الاحکام فی اصول الاحکام)
6. امام کمال الدین بن الہمام الحنفی (التحریر فی اصول الفقه،الجامع بین اصطلاحی الحنفی والشافعیة)
7. ابن العامر الحاج الحلبی الحنفی (التقریر والتحریر علی التحریر فی اصول الفقه،الجامع بین اصطلاحی الحنفی والشافعیة)
8. علامہ عبد الحیی الحنفی لکھنوی (مجموعة الفتاوی)
9. حنفی مفتی محمد بن عبد العظیم المکی المعروف ابن ملا (القول السدید فی بعض مسائل الاجتهاد والتقلید)

سوال نمبر 19:۔ فقہاء کرام اختیاری مسائل میں کن الفاظ کے ساتھ مسئلہ اختیار کرنے کو فوقیت یا ترجیح دیتے ہیں؟

کسی کے فتویٰ کو فوقیت و ترجیح دینے والی اصطلاحات درج ذیل ہیں:

الفاظ	معانی
هَذَا أَصَحُّ	یہ سب سے زیادہ صحیح ہے۔
هَذَا أَوْسَعُ	یہ سب سے زیادہ وسعت کا حامل ہے۔
هَذَا أَحْوَطُ	یہ احتیاط کے زیادہ قریب ہے۔
هَذَا أَقْيَسُ	یہ قیاس کے زیادہ قریب ہے۔
هَذَا أَوْلَى	یہ زیادہ بہتر ہے۔
هَذَا أَوْضَحُ	یہ زیادہ واضح ہے۔
هَذَا أَصَحُّ رِوَايَةً	یہ صحیح ترین روایت ہے۔
هَذَا أَوْفَقُ لِلْقِيَاسِ	یہ قیاس سے زیادہ موافق ہے۔
هَذَا أَرْفَقُ لِلنَّاسِ	یہ انسانوں کے لئے زیادہ نرم اور آسان ہے۔

سوال نمبر20:۔لفظ اصح پر ابن نجیم کیا تبصرہ کرتے ہیں؟

ابن نجیم حنفی البحر الرائق میں لکھتے ہیں کہ:

وہ(قاسم بن قطلوبغا) آخر میں فرماتے ہیں: یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ کا موقف سب سے زیادہ صحیح (أصح) ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا کوئی بھی فتوی دیا جاسکتا ہے نہ زیر عمل لایا جاسکتا ہے جو امام اعظم (امام ابو حنیفہ) کا قول نہ ہو۔ان کے موقف کو امام ابو یوسف اور امام محمد یا ان دونوں میں سے کسی ایک یا ان کے علاوہ بھی کسی کے موقف کی وجہ سے ترک نہیں کیا جاسکتا،ماسوائے کسی ایسی ضرورت کے کہ جو دلیل کے کمزور ہونے یا لوگوں کے تعامل کے اس کے خلاف ہونے کی وجہ سے ہو،جیسا کہ بٹائی پر زمین دینا۔

سوال نمبر21:۔لفظِ اوسع پر ابن نجیم کیا تبصرہ کرتے ہیں؟

ابن نجیم الحنفی ایک مقام پر لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب سے اس سے اوسع (زیادہ وسعت کی حامل) بات مروی ہے،وہ یہ کہ اگر کوئی شخص کسی عادل مفتی سے استفتاء کرے اور وہ اسے قسم کے باطل ہونے کا فتوی دے دے تو اس کے لیے اس کے فتوی کے مطابق عمل کرنا یا اس کے مطابق عمل نہ کرنا جائز ہو جائے گا۔اس سے بھی زیادہ اوسع (وسعت کا حامل) فتویٰ روایت کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ اگر کوئی مفتی کسی امر کے جائز ہونے کا فتویٰ جاری کرے اور دوسرا مفتی پہلے فتویٰ پر عمل ہو چکنے کے بعد اُسی امر کے ناجائز ہونے کا فتویٰ جاری کرے تو اس کا یہ فتوی کسی دوسری عورت پر تو لاگو ہوگا لیکن پہلے والی عورت پر یہی فتویٰ قابل عمل قرار نہیں دیا جاسکے گا۔دونوں فتوے دو الگ الگ مواقع پر قابل عمل ہوں گے۔یکجا فتوی نہیں دیا جائے گا۔

سوال نمبر22:۔لفظ احوط پر امام حصکفی کیا تبصرہ کرتے ہیں؟

علامہ الحصکفی مغرب کی نماز کے درست وقت کے آغاز اور غروب آفتاب کے تعین پر بحث کے ضمن میں دو آراء کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَفِي الْمَبْسُوطِ: قَوْلُ الْإِمَامِ أَحْوَطُ وَقَوْلُهُمَا: أَوْسَعُ؛ أَيْ أَرْفَقُ لِلنَّاسِ

ترجمہ: الْمَبْسُوط میں بیان کیا گیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کا موقف أَحْوَط (زیادہ محتاط ہے) جب کہ امام ابو یوسف،امام محمد اور امام شافعی کا موقف لوگوں کے لیے زیادہ وسعت پر مبنی یعنی أوسع ہے۔

سوال نمبر23:۔لفظ اقیس پر امام السرخسی کیا تبصرہ کرتے ہیں؟

امام السرخسی المبسوط میں لکھتے ہیں:

اگر دو آدمی کسی تیسرے کے پاس کچھ درہم (چاندی کے سکے)،دینار (سونے کے سکے)،ملبوسات،سواری کے جانور اور غلام امانتاً رکھوائیں اور پھر ان دونوں میں سے ایک اس آدمی کے پاس جا کر اس امانت رکھے گئے سامان کو واپس طلب کرے تو امام ابو حنیفہ کے مطابق اسے ایسا کرنے کی اجازت اس وقت تک نہیں دی جاسکتی جب تک دونوں آکر اس کا مطالبہ نہ کریں۔اگر حق طلب کرنے والا اس کو قاضی کے پاس لے جائے تو وہ بھی اسے اس کا حصہ واپس کرنے کا حکم نہیں دے گا۔لیکن امام ابو یوسف اور امام محمد کے مطابق قاضی اسے کہے گا کہ وہ طلب کرنے والے کو امانتاً رکھوائے

گئے سامان کی تقسیم کر کے اسے اس کا حصہ لوٹا دے۔امام محمد کا فرمانا ہے اور جوالأَمَالِي، میں بھی تحریر کردہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کا فیصلہ قیاس کے زیادہ قریب ترین یعنی اقیس ہے، جب کہ امام ابو یوسف کا فیصلہ زیادہ وسعت کا حامل یعنی أوسع ہے۔

سوال نمبر 24:۔امام الکاسانی اقیس اور اوسع کی وضاحت کیسے کرتے ہیں؟

امام الکاسانی اپنی کتاب بدائع الصنائع میں فرماتے ہیں:

اسی طرح اگر کسی چھری کو ناپاک پانی سے دھویا گیا یا گوشت کو ایسے پانی میں پکایا گیا ہو توامام ابو یوسف کے مطابق چھری کو پاک پانی سے دھویا جانا چاہیے اور گوشت کو پاک پانی میں پکا کر خشک کیا جانا چاہیے اور یہ عمل تین بار کرنا چاہیے۔جب کہ امام محمد کے مطابق یہ کبھی پاک نہیں ہو سکتا۔امام محمد کے موقف کی دلیل یہ ہے کہ جب ناپاکی کسی شے کے اندر گھس گئی ہو ہو تو اسے نچوڑے بغیر نہیں نکالا جا سکتا اور یہاں نچوڑنا ایک مشکل کام ہے۔امام ابو یوسف اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اگر نچوڑنا ممکن نہیں تو خشک کرنا تو ممکن ہے؛اس لیے نچوڑنے کی مشکل کا حل خشک کرنے میں نکالا جا سکتا ہے۔ یہاں امام محمد کا موقف زیادہ قرین قیاس (أقیس)جبکہ امام ابو یوسف کا موقف زیادہ وسعت پر مبنی (أوسع)ہے۔

سوال نمبر 25:۔امام ابو اللیث سمرقندی نے اقیس اور اوسع کی وضاحت کیسے کی ہے؟

امام ابو اللیث سمرقندی اپنی کتاب تحفة الفقهاء میں لکھتے ہیں:

اگر وہ مسجد جس میں بندہ معتکف تھا منہدم ہو جائے یا معتکف کو حاکم وقت یا کوئی اور اس مسجد سے نکال دے اور وہ اُسی لمحے کسی دوسری مسجد میں جا کر مختلف ہو جائے تو از روئے استحسان اس کا اعتکاف نہیں ٹوٹا، لیکن از روئے قیاس وہ ٹوٹ جاتا ہے، کیوں کہ اس نے مطلوب قیام جو کہ مسجد معین میں اعتکاف کرنا ہے کو ترک کر دیا اور استحسان کی صورت یہ ہے کہ مذکورہ شخص کو مسجد مجبوراً چھوڑنا ہو پڑی، لہذا اس کے (دوسری مسجد تک) چل کر جانے کے وقت کو اس کے جملہ اعتکاف سے منتقلی قرار دیا جائے گا، یہ ایسا ہے جیسے کسی کا جمعہ کی نماز کی باجماعت ادائیگی کے لیے مسجد کو چھوڑ کر (دوسری مسجد تک) جانا۔ اگر وہ مذکورہ عذر کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے ایک گھڑی مسجد چھوڑ کر جاتا ہے تو امام ابو حنیفہ کے ہاں اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ جب کہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے مطابق یہ صرف اسی صورت میں باطل ہو گا جب مذکورہ شخص آدھے دن سے زیادہ مسجد سے باہر رہے۔امام محمد فرماتے ہیں:امام ابو حنیفہ کا قول زیادہ قرین قیاس (اقیس)ہے جب کہ امام ابو یوسف کا قول زیادہ وسعت پر مبنی (أوسع)ہے۔

سوال نمبر 26:۔حنفی فقہاء نے کن مسائل میں دوسرے آئمہ کی آراء کو اپنایا ہے؟

1: حنفی فقہاء نے انسانی حقوق سے متعلقہ مسائل کے حوالے جاری کردہ بہت سے فتاوی کی بنیاد دوسرے مذاہب کے فیصلوں کو بنایا ہے۔ مثلاًایک شخص جو کسی کا مقروض ہے لیکن قرض واپس نہیں کر پا رہا اور کوئی ایسی صورت بن جاتی ہے کہ مقروض کی ملکیتی کوئی شے قرض دینے والے کے قبضے میں آ جاتی ہے۔اب اگر حقیقی حقی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو قرض دینے والے کو اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ اس شے کو بیچ کر اپنا قرض وصول کر لے، جب کہ متاخر احناف نے شوافع کی اتباع میں ایسا کرنے کی اجازت دی ہے۔

2 :ایک جنس کے مقابلے میں دوسری جنس کو لینے کا عدم جواز قدیم فقہا کے زمانے میں لوگوں کے حقوق میں فرمانبرداری کی وجہ سے تھا لیکن آج کسی بھی مال پر قدرت کے ہوتے ہوئے دوسری کسی جنس کو بھی لے لینے پر فتوی ہے خاص طور پر ہمارے ان ملکوں میں جہاں

نافرمانی کا چلن عام ہے۔

3 : کسی بھی حقدار کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے حق کی جنس کے علاوہ کوئی اور جنس لے جبکہ امام شافعی نے اس کے جائز ہونے کا فیصلہ صادر فرمایاہے یہ موقف زیادہ وسیع النظری پر مبنی اوسع ہے یہ لوگوں کی سہولت فراہم کرتا ہے لہذا اسے ہی اپنانا چاہیے۔

سوال نمبر 27:۔امام مالک نے الانتقال بین المذاہب کا دروازہ کیسے کھلے رکھا؟

فقہی مذہب کی تقلید کے حوالے سے امام مالک کا ایک واقعہ تاریخی اہمیت کا حامل اور قابل تعمیل ہے۔اس کا تعلق خلیفہ ہارون الرشید سے ہے کہ جب اس نے امام مالک سے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ ان کی تالیف کردہ کتاب المُوَطّا کو سرکاری سطح پر خانہ کعبہ کے ساتھ آویزاں کردیا جائے،تاکہ لوگ اس میں لکھے گئے احکامات پر عمل کر سکیں۔یہ واقعہ ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے: عبداللہ بن عبدالحکم سے مروی ہے کہ انہوں نے امام مالک بن انس کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا: ہارون الرشید نے مجھ سے تین باتوں کے بارے میں مشورہ طلب کیا: پہلی یہ کہ الْمُوَطّا کو خانہ کعبہ کے ساتھ آویزاں کر دینا چاہیے تاکہ لوگوں کو اس کے مندرجات (احادیث،واقعات اور احکامات) سے استفادہ کا موقع مل سکے۔دوسری یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے منبر کو منہدم کر کے اس کی از سر نو تعمیر سونے چاندی اور قیمتی پتھروں سے کی جائے؟اور تیسری یہ کہ نافع بن ابی نعیم کو مسجد نبوی میں نمازوں کی امامت کا منصب دیا جائے۔امام مالک بن انس فرماتے ہیں میں نے کہا:

اے امیر المومنین! جہاں تک الْمُوَطّا کے خانہ کعبہ میں آویزاں کیے جانے کا سوال ہے تو یہ بات ذہن نشین رہے کہ) صحابہ کرام چھ میں فروعی معاملات پر اختلاف رائے پایا جاتا تھا اور ان کے پیروکار دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔انمیں سے ہر ایک کا راستہ درست ہے۔لہٰذا الْمُوَطّا پر اتفاق رائے بعید از امکان بات ہے۔جہاں تک رسول اللہ ﷺ کے منبر کو منہدم کر کے اس کی سونے چاندی اور قیمتی پتھروں سے تعمیر نو کا سوال ہے تو میری رائے میں لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے تبرکات سے محروم کرنا مناسب نہ ہوگا۔جہاں تک نافع کے بطور مسجد نبوی کے پیش امام کے تقرر کا سوال ہے تو میری رائے میں یہ اندیشہ شامل ہے کہ نافع سے کچھ ناقابل یقین اعمال سرزد ہوں جس پر آپ اسے پکڑیں گے۔اس نے کہا: اے ابو عبد اللہ اللہ آپ کو صراط مستقیم پر گامزن رکھے۔

امام مالک وہ ہستی ہیں جنھوں نے شرعی قوانین پر مشتمل اپنی ہی مرتب کردہ کتاب الْمُوَطّا کو ریاستی سطح پر قانوناً نافذ کرنے کی نہ صرف مخالفت کی بلکہ امت میں اختلاف رائے کو بھی سراہا۔انہوں نے آسانی اور مفاہمت کے دروازے کھلے رکھنے کو ترجیح دی تاکہ لوگوں کو کسی سختی یا مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔آج اگر ہم درپیش عصری مسائل کا حل چاہتے ہیں تو وسیع تر مفاد اور سہولت کی خاطر قومی و بین الاقوامی معاملات میں تقلید المذہب کی بجائے تقلید المذاہب کا رویہ اپنانا ہوگا۔

سوال نمبر 28:۔امام شافعی نے آیت میراث کے ضمن میں الانتقال بین المذاہب کا دروازہ کیسے کھولا؟

امام شافعی قرآن مجید سے سورۃ النساء کی آیت نمبر 8 کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ہمارے بعض اصحاب نے مجھ سے کہا اس کا اطلاق صرف تقسیم میراث پر ہوتا ہے جبکہ بعض احباب نے کہا کہ اس میں میراث کے علاوہ اس جیسے دیگر معاملات بھی شامل ہیں جیسا کہ مال غنیمت وغیرہ یہ دوسرا موقف زیادہ وسعت و فراخی پر مبنی اوسع اہے اور مجھے زیادہ پسند ہے کہ حقداروں کو

وہ کچھ عطا کیا جائے جو عطا کرنے والا بخوشی دے۔

اس جگہ پر امام شافعی کا اپنے بعض اصحاب کے موقف کو چھوڑ کر دوسرے موقف کو اپنانا الانتقال بین المذاہب کی تائید کرتا ہے۔

سوال نمبر 29:۔امام الماوردی الانتقال بین المذاہب کے حوالے سے کیا فرماتے ہیں؟

امام الماوردی اپنی کتاب الاحکام سلطانیہ میں فرماتے ہیں یہ مصالح عامہ عمومی بھلائیوں میں سے ہے ان مصالح عامہ کا حکم لین دین کے دیگر امور اور معاہدات کی گنجائش بھی رکھتا ہے انہوں نے یہ دلیل دی ہے کہ جب معاملہ عمومی بھلائی سے متعلق ہو تو پھر ہمیں تمام مسالک کی رائے کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے یہی احناف، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کا طریقہ کار رہا ہے۔

امام ابوالحسن علی بن محمد الماوردی (360-450ھ) اپنے زمانے کے معروف فقیہ ہو گزرے ہیں۔ آپ کو کئی کتابوں کے مصنف ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ آپ کی معروف تصنیف الأحكام السلطانية میں اسلام کا ریاستی انتظام، معاشی اور سیاسی مسائل، نجی اور سرکاری و بین الاقوامی قوانین جیسے موضوعات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ گو آپ شافعی فقہ سے تعلق رکھتے تھے لیکن آپ نے اپنی کتابوں میں دیگر فقہی مذاہب کے مواقف، روایات اور فیصلہ جات کو بھی اکٹھا کیا ہے۔ آپ کے نے ان کے فیصلہ جات کو بلارد و بدل اور کسی ایک کو دوسرے پر فوقیت دیے بغیر اپنے تحقیقی کام کا حصہ بنایا ہے۔ آپ کسی مرتد کے بارے میں ایک فیصلے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

امام مالک فرماتے کہ میرے نزدیک کسی مرتد کے غیر اعلانیہ ارتداد کی معافی اسی وقت ممکن ہے جب وہ سچے دل سے توبہ کرلے۔ علاوہ ازیں (اعلانیہ) مرتدین کی توبہ بھی میرے نزدیک قابل قبول ہے۔ جب ایسے مرتد معافی مانگ کر دوبارہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرلیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ اپنے ارتداد کے زمانے کی بھی نمازیں اور روزے بطور قضا ادا کریں، کیوں کہ ارتداد سے قبل وہ ان کے وجوب کا اعتراف کرتے تھے۔ تاہم امام ابو حنیفہ ایسی نمازوں اور روزوں کی بطور قضا ادائیگی کو فرض قرار نہیں دیتے۔

یہاں امام الماوردی جب دونوں آئمہ یعنی امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے فیصلہ جات کا حوالہ دیتے ہیں تو کسی کو دوسرے پر فوقیت نہیں دیتے، بلکہ صرف دونوں ہیں تو آئمہ کرام کا موقف ذکر کر دینے پر اکتفا کرتے ہیں۔

سوال نمبر 30:۔امام الماوردی نے الاحکام سلطانیہ میں کس طریقے کار کو اپنایا ہے؟

آپ اپنی معروف تصنیف الأحكام السلطانية" میں اسلام کا ریاستی انتظام، معاشی اور سیاسی مسائل، نجی اور سرکاری و بین الاقوامی قوانین جیسے موضوعات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ گو آپ شافعی فقہ سے تعلق رکھتے تھے لیکن آپ نے اپنی کتابوں میں دیگر فقہی مذاہب کے مواقف، روایات اور فیصلہ جات کو بھی اکٹھا کیا ہے۔ آپ کے نے ان کے فیصلہ جات کو بلارد و بدل اور کسی ایک کو دوسرے پر فوقیت دیے بغیر اپنے تحقیقی کام کا حصہ بنایا ہے۔

سوال نمبر 31:۔ ٹیکس معاملات میں امام الماوردی نے کس طریقے سے کام لیا؟

علامہ الماوردی اپنی کتاب الاحکام السلطانیہ میں فرماتے ہیں:

اگر کوئی غیر مسلم شہری کسی عشر والی زمین کا مالک ہو اور اس پر کاشت کرتا ہو تو اس کے بارے میں فقہاء کی آراء مختلف ہے امام شافعی کا کہنا ہے کہ اس پر نہ تو عشر دینا لازم ہو گا اور نہ ہی خراج لیکن امام ابو حنیفہ کے مطابق اسے زرعی ٹیکس خراج دینا ہو گا خواہ وہ بعد میں مسلمان ہی ہو جائے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے اس سے زرعی ٹیکس خراج ساکت نہیں ہو گا امام ابو یوسف کی رائے میں اس سے مسلمانوں کی نسبت دگنا ٹیکس وصول کیا جائے گا اور اس کے اسلام لانے کے بعد اضافی ٹیکس اس سے ساقط ہو جائے گا جبکہ امام محمد بن الحسن الشیبانی اور امام سفیان الثوری کا موقف ہے کہ اس سے ایک مسلمان کی حیثیت سے لازم صدقہ کے بارے رقم وصول کی جائے گی اور اسے دوگنا نہیں کیا جائے گا۔

یہاں امام الماوردی نے امام شافعی، امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد بن الحسن الشیبانی اور امام سفیان الثوری کے فیصلے نقل کیے ہیں لیکن نہ تو کسی کے قول کو رد کیا ہے اور نہ ہی کسی ایک کو دوسرے پر فوقیت دی ہے۔

سوال نمبر 32:۔ کیا امام احمد بن حنبل الانتقال بین المذاہب کے قائل ہیں؟

علامہ ابن حزم اپنی کتاب المحلی میں لکھتے ہیں:

ربیعہ نے کہا ہے میرا نہیں خیال کہ جانور کے جنین کے معاملے میں امام احمد بن حنبل کے اجتہاد سے زیادہ وسعت و فراخی والا اوسع کوئی اور موقف ہو سکتا ہے۔

یہاں امام احمد بن حنبل کے مؤقف میں وسعت کا پایا جانا ان کے الانتقال بین المذاہب کے قائل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

سوال نمبر 33:۔ ابن قدامہ الحنبلی نے الانتقال بین المذاہب کا کس مسئلہ میں ذکر فرمایا؟

علامہ ابن قدامہ حنبلی اپنی کتاب المغنی میں فرماتے ہیں اگر کوئی سواری کا جانور اس پر سواری کے لیے ادھار لے لے تو یہ جائز ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جانور کا سواری کے لیے کرائے پر دینا الاجارۃ بھی جائز ہے مگر ادھار دینا زیادہ وسعت و فراخی اوسع پر مبنی پہلو ہے کیونکہ جس شے کا اجارہ پر دینا جائز نہیں اس سے مستعار (یعنی کہ ادھار) دینا جائز ہے۔

اب یہاں علامہ ابن قدامہ حنبلی نے دو موقفوں کو ذکر کیا مگر ان میں سے کسی ایک کو بھی رد نہ کیا۔

سوال نمبر 34:۔ قاتل کی وراثت میں ابن قدامہ نے الانتقال بین المذاہب سے کیسے کام لیا؟

علامہ ابن قدامہ حنبلی المغنی میں فرماتے ہیں:

امام الاوزاعی امام ابو اللیث، امام الشافعی، امام ابو عبید اور امام ابو ثور اس رائے پر متفق ہیں کہ قاتل کا مقتول کی میراث میں اگر حصہ ہو تو اسے ضبط کر لیا جائے اور اسے اس کا وارث تسلیم نہ کیا جائے۔ تاہم امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام الثوری کے نزدیک قاتل کو اس کی میراث سے صرف حکومت وقت کی طے کردہ شرائط کے تحت ہی محروم کیا جا سکتا ہے۔

قاتل کی وراثت کے مذکورہ معاملے میں علامہ ابن قدامہ الحنبلی نے محض اپنے فقہی مذہب پر قائم رہنے کی بجائے وسعت و فراخی پر مبنی

طریق کو اپنایا ہے۔آپ نے ایسا کرتے ہوئے نہ تو کسی دوسرے کے موقف کو رد کیا اور نہ کسی ایک کے موقف کو دوسرے کے موقف پر ترجیح دی ہے۔

سوال نمبر 35:۔شاہ ولی اللہ کے نزدیک الانتقال بین المذاہب کن اصولوں کے تحت ہو گا؟

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب عقد المجید فی احکام الاجتہاد والتقلید میں فرماتے ہیں:

1. اجتہاد کی اکثر صورتوں میں حق کا پہلو اختلاف کے دونوں جانب گردش کرتا ہے۔
2. اس امر میں وسعت نظری موجود ہے(تنگ نظری کی کوئی گنجائش نہیں۔)
3. کسی ایک شے پر سخت روی کا مظاہرہ کرنا اور مخالف نقطہ نظر کے رد کا پختہ عزم کیے رکھنا ایک بے بنیاد بات ہے۔

سوال نمبر 36:۔فقہاء کے درمیان مختلف فیہ اجتہادی مسائل میں الانتقال بین المذاہب کیوں ضروری ہے؟

جس شخص کو ایسا مسئلہ درپیش ہوا کہ جس میں علماء وفقہاء نے آپس میں اختلاف کیا ہے، تو اس کی دو ممکنہ صورتیں ہو سکتی ہیں:

اول یہ کہ مختلف فیہ مسئلہ اس نوعیت کا ہو کہ جس سے کسی حکم شرعی کا ابطال لازم آتا ہو۔اس طرح کی رائے کی تقلید کی قطعاً گنجائش نہیں کیوں کہ ایسا کرنا سراسر غلطی ہے۔اس میں ابطال کا حکم اس لیے لگایا گیا ہے کیونکہ یہ ایک ایسی غلطی ہے جو نفس شریعت، اس کے اس کے حکم کی رعایت اسے دور ہے(اور اور ان کی روح کے منافی ہے)۔

دوم یہ کہ مختلف فیہ مسئلہ اس نوعیت کا ہو کہ جس میں تقلید کرنے سے نقض حکم لازم نہ آتا ہو تو اس پر عمل کرنے میں؟ حرج نہیں اور نہ ہی اسے ترک کرنے میں حرج ہے۔کیونکہ ہر دو صورتوں میں اس میں بعض علماء کی پیروی لازم آتی ہے، کیونکہ لوگ ہمیشہ سے اس حال پر رہے ہیں کہ وہ کسی مذہب میں مقید ہوئے بغیر اتفاق کرنے والے علماء کے بارے میں سوال کرتے رہتے ہیں۔

مسلم امہ کی ابتدائی صدیوں میں کہ جب ابھی روایتی فقہی مذاہب معرض وجود میں نہیں آئے تھے اور نہ ہی ان کا نفاذ عمل میں آیا تھا، لوگ کسی بھی قابل عالم کی ایسی رائے کی پیروی کر لیا کرتے تھے جسے کم از کم کچھ فقہاء کی اتفاق رائے کا شرف حاصل ہو۔

سوال نمبر 37:۔امام عزالدین بن عبدالسلام کے نزدیک الانتقال بین المذاہب کب ہو گا؟

امام عزالدین بن عبدالسلام اپنی کتاب قواعد الاحکام فی مصالح الانام میں ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

ایسے شخص کی کیا حیثیت ہو گی جو کسی امام کی تقلید کرتا ہے اور پھر کسی دوسرے امام کی پیروی بھی کرنا چاہتا ہے؟ اس پر مذہب مختار یہ ہے کہ دونوں کے موقف کا موازنہ کرنا چاہیے۔اگر اس مکتب فکر کہ جس کی پیروی وہ بعد میں اختیار کرنا چاہتا ہے شریعت کے کسی قانون کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو رہی ہو تو اس کے لیے نئے مذہب کی پیروی جائز نہ ہو گی۔اس حکم کو توڑنا محض اس حکم کے باطل ہونے کے سبب واجب ہے۔دوسری طرف اگر وہ مذہب کہ جس کی اتباع وہ چھوڑ رہا ہے اور وہ مذہب کہ جس کی پیروی وہ کرنا چاہتا ہے اپنے ماخذ اور ابتدا میں معمولی سے فرق کو چھوڑ کر ایک دوسرے جیسے ہی ہوں تو تب اس کا ایک کو چھوڑ کر دوسرے کی پیروی اختیار کر لینا جائز ہو گا، کیوں کہ صحابہ کرام کے دور سے لے کر چاروں

مذاہب کے قیام تک کے عرصے کے دوران مسلمان کسی ایسے شخص کی تقلید اختیار کر لیا کرتے تھے جس پر علماء کا اتفاق ہو، بغیر کسی ایسے شخص کے انکار کے جس کا انکار معتبر ہو۔ اگر یہ طریقہ غلط ہوتا تو علماء اسے رد کر دیتے اور دوسروں کو بھی اسے اختیار کرنے سے منع کرتے۔

سوال نمبر 38:۔ شاہ ولی اللہ کے نزدیک فقہی آراء کتنی اقسام پر مشتمل ہیں اور کس رائے پر الانتقال بین المذاہب ہو گا اور کس پر نہیں؟

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب عقد الجید فی احکام الاجتہاد و التقلید میں فرماتے ہیں کہ اختلاف رائے چار طرح کا ہے:

1. **پہلی قسم:** ایسا کوئی مسئلہ کہ جس میں حق کا تعین قطعی طور پر ہو چکا ہو اور اس کے خلاف جانا ممنوع ہو، کیونکہ اس کا خلاف یقینی طور پر باطل ہے۔
2. **دوسری قسم:** جس میں حق کثرت رائے سے متعین ہو اور اس کا خلاف ظنی طور پر باطل ہو۔
3. تیسری قسم: ایسا مسئلہ کہ جس میں اختلاف کے دونوں پہلوؤں میں قطعاً اختیار موجود ہو اور کسی ایک پہلو کو دوسرے پر فوقیت حاصل نہ ہو۔ اس معاملے میں دونوں میں سے کسی ایک کے انتخاب کو حتمی طور پر جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔
4. **چوتھی قسم:** ایسا معاملہ جس میں اختلاف کے دونوں پہلوؤں میں کسی ایک کے انتخاب کا اختیار غالب رائے کے ساتھ دیا گیا ہو۔ (لہذا ایسی صورت میں بھی کسی فقہیہ کو شواہد کی موافقت اور صورت حال کی مناسبت کی بنیاد پر، دونوں میں سے کسی ایک کو اپنانے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔

سوال نمبر 39:۔ مجتہدین میں اختلافات کی کتنی وجوہات ہیں؟

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ فقہاء اور مجتہدین میں اختلاف کی چار وجوہات ہوتی ہیں:

1. کوئی مجتہد کسی خاص واقعے کے حوالے سے کوئی حدیث ڈھونڈتا ہے جب کہ وہ دوسروں کی نظر سے پوشیدہ رہتی ہے۔ ایسی صورت میں جس کسی نے بھی سچ دریافت کیا ہو اسے مجتہد معین کہتے ہیں۔
2. ہر مجتہد کے پاس احادیث نبویہ اور صحابہ کرام کی بیان کردہ روایات ہوتی ہیں۔ ان میں سے ہر کوئی کسی بھی فقہی سوال کے حل کے لیے احادیث اور بیان کردہ روایات میں مطابقت یا فوقیت کے تعین کے لیے اجتہاد یعنی استخراجی استدلال کو بروئے کار لاتا ہے جس کی وجہ سے اختلاف رائے کسی بھی رائے کو اپنانے کے امکان میں ڈھل جاتا ہے۔
3. مجتہد عام طور پر درج ذیل معاملات میں اختلاف کرتے ہیں:

i: مستعمل الفاظ اور محاورات کے مفہوم، تشریح اور ان کے معنی کا تعین کرنے میں۔

ii: استعمال کی حدود کا تعین اور ان کی درست ترین نشان دہی۔

iii : کسی شرعی عمل کی شرائط، اس کے اجزائے ترکیبی یا اس کے اثرات کی حقیقی پہچان۔

4. فقہی اصولوں کو مرتب کرنے میں مختلف سوچ: چوں کہ مرتب کردہ فقہی اصول یا شرائط ایک دوسرے سے مختلف تھے، نتیجتاً فروعی معاملات میں بھی شرعی آراء کا اختلاف پیدا ہوا۔

سوال نمبر 40:۔ کن معاملات میں اجتہادی اختلاف ہوتا ہے ؟

i. مستعمل الفاظ اور محاورات کے مفہوم، تشریح اور ان کے معنی کا تعین کرنے میں۔

ii. استعمال کی حدود کا تعین اور ان کی درست ترین نشان دہی۔

iii. کسی شرعی عمل کی شرائط، اس کے اجزائے ترکیبی یا اس کے اثرات کی حقیقی پہچان۔

سوال نمبر 41:۔ الانتقال بین المذاہب پر امام ابو حنیفہ کا موقف کیا ہے ؟

امام ابو حنیفہ اور امام محمد میں سے ہر ایک نے یہ فرمایا ہے: جب میں کوئی ایسی بات کہوں جو کتاب اللہ اور رسول اللہ کی حدیث کے مخالف ہو تو میرے قول کو چھوڑ دو۔

امام ابو حنیفہ کا یہ قول ان کے انتقال بین المذاہب کے موقف کو ثابت کرتا ہے۔

سوال نمبر 42:۔ الانتقال بین المذاہب پر امام مالک کا موقف کیا ہے ؟

امام مالک فرماتے ہیں:

بے شک میں بھی انسان ہی ہوں کبھی خطا کرتا ہوں کبھی درست کہتا ہوں لہذا میری رائے میں گور کرو میری ہر وہ رائے جو کتاب وسنت کے موافق ہو اسے لے لو اور میری ہر وہ رائے جو کتاب وسنت کی موافق نہ ہو اسے چھوڑ دو۔

امام مالک کا یہ قول ان کے انتقال بین المذاہب کے موقف کو ثابت کرتا ہے۔

سوال نمبر 43:۔ الانتقال بین المذاہب پر امام شافعی کا موقف تحریر کریں۔

امام شافعی نے فرمایا ہے: جب (کوئی معاملہ اور مسئلہ) حدیث صحیح سے ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔

حضرت ربیع بن سلیمان بیان کرتے ہیں میں نے امام شافعی کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب رسول اللہ سے مروی کوئی صحیح حدیث ہو تو اپنی رائے کے مقابلے میں اس کی پیروی کرنا مقدم ہے۔

نیز امام شافعی نے فرمایا: تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس شخص پر رسول اللہ کی سنت واضح ہو جائے اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی امام کے قول کی وجہ سے اس سنت کو چھوڑ دے۔

امام شافعی کے یہ اقوال ان کے انتقال بین المذاہب کے موقف کو ثابت کرتے ہیں۔

سوال نمبر 44:۔ الانتقال بین المذاہب کو امام بغوی نے کس مثال سے ثابت کیا؟

خواتین کے بغیر محرم کے حج وعمرہ کے لیے جانے کے بارے میں امام البغوی نے لکھا ہے:

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایسی عورت پر حج فرض نہیں جس کا کوئی محرم نہ ہو اسی امر کی تائید امام نخعی، حسن بصری، امام سفیان الثوری، احمد، اسحاق اور دیگر آئمہ نے بھی کی ہے جبکہ متعدد فقہا کی سوچ یہ ہے کہ ایسی عورت کا عورتوں کے گروپ کے ہمراہ جانا زیادہ مناسب ہے امام شافعی اور امام مالک نے بھی خیال کی تائید فرمائی ہے۔

یہاں امام بغوی نے علماء کے اقوال ذکر کیے ہیں لیکن کسی کے قول کو نہ ہی رد کیا ہے اور نہ ہی دوسرے پر فوقیت دی ہے۔(اور یہ امام بغوی کے الانتقال بین المذاہب کے مؤقف کے قائل ہونے پر دلالت کرتا ہے)

سوال نمبر 45:۔الانتقال بین المذاہب پر علامہ ابن عابدین الشامی الحنفی کا موقف کیا ہے؟

علامہ ابن عابدین الشامی اپنی کتاب رد المختار علی الدر المختار میں فرماتے ہیں بعض معاملات میں کسی کو اپنے امام کے مذہب کے بر

خلاف کسی دوسرے مذہب کی پیروی کی اجازت ہوتی ہے بشرط یہ کہ وہ دوسرے امام کی طرف سے عائد کردہ تمام قواعد وضوابط کی پابندی کرے۔

امام ابن عابدین کا یہ قول ان کے الانتقال بین المذاہب کے موقف کو ثابت کرتا ہے۔

سوال نمبر 46:۔الانتقال بین المذاہب پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا موقف کیا ہے؟

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

کسی بھی درپیش مسئلے میں ایک فقہی مذہب کو چھوڑ کر دوسرے فقہی مذہب کو اپنانے کی اجازت ہے تاہم ایسی اجازت کا دارومدار بعض ایسی شرائط پوری کرنے پر منحصر ہے جنہیں فقہائے کرام نے ضروری قرار دیا۔ جیسا کہ امام مالک فرمایا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ کے سوا ہر کسی کی بات سے دلیل پکڑی بھی جا سکتی ہے اور اس کے قول کو رد بھی کیا جا سکتا ہے۔

امام شافعی کا بھی ایسا ہی قول بیان کیا گیا ہے کہ: جب کسی مخصوص معاملے یا مسئلے کے بارے میں کسی حدیث کا مصدقہ ہونا ثابت ہو جائے تو اسے ہی میرا مذہب مانا جائے۔

اسی طرح امام ابو حنیفہ کا بھی یہ قول ہے کہ کسی ایسے شخص کے لیے جو میری کہی گئی بات کی دلیل سے واقف نہ ہو محض میرے کہے گئے الفاظ کی بنیاد پر کوئی فتویٰ صادر کر دینا جائز نہ ہوگا۔

سوال نمبر 47:۔طبقات الفقہا کتنے ہیں بیان کریں۔

تمام فقہی مذاہب بشمول امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے مقلدین فقہاء کے درجات کا تعین کیا گیا ہے۔ذیل میں ان کی تفصیل درج ہے:

1: المجتهد في الشرع (مجتہد مطلق):۔

یہ شخصیات وہ ہیں جنہوں نے اجتہاد کے اصول وضع کیے اور پھر ان اصولوں کی روشنی میں اجتہاد کیا۔ مثلاً: امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل۔

2: المجتهد في المذهب (مجتہد منتسب):۔

اس مقام کے حامل وہ آئمہ کرام ہیں جو کسی مذہب کے بانی نہ تھے بلکہ آئمہ اربعہ میں سے کسی کے شاگرد تھے۔ وہ کئی فروعی مسائل میں اپنے امام سے اختلاف کر کے اجتہاد کی بناء پر مسائل کا استخراج بھی کرتے تھے اور اس اجتہاد کی بنیاد اپنے امام کے وضع کردہ اصولوں کو بناتے تھے۔ انہوں

نے مجتہدین فی الشرع کے مذاہب کی تدوین کی اور اسے تحریر کیا۔ نیز یہ ادلہ سے استخراج احکام بھی کرتے ہیں۔اس طبقے میں امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر وغیرہ اور شافعیہ سے امام مزنی وغیرہ اور اُصحاب امام احمد بن حنبل شامل ہیں۔

3 :المجتهد في المسائل: ۔

یہ آئمہ مذہب کے اصول و مبادی میں نہیں بلکہ بعض فروعی مسائل میں امام کے اجتہاد سے اختلاف کرتے ہیں مثلاً مذہب حنفی میں طحاوی، سرخسی اور بزدوی وغیرہ اور مذہب شافعی میں غزالی وغیرہ مجتہد فی المسائل ہیں۔ اگر کسی مسئلے پر صاحب مذہب کی رائے نہ ہو تو پھر مسائل میں اجتہاد کرنے والے کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ مجتہدین فی المسائل کہلاتے ہیں اور ان میں اصولوں کے مطابق استنباط احکام و مسائل کی صلاحیت ہوتی ہے۔

سوال نمبر48:۔ مقلد فقہا کے درجات بیان کریں۔

مقلد فقہاء کے تین درجات ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

1 :اُصحاب التخريج (فقہاء: جو استنباط و استخراج کی صلاحیت رکھتے ہیں):۔

مقلد فقہاء کا پہلا درجہ اصحاب التخریج کا ہے۔ یہ وہ فقہاء ہیں جو اصول و فروع میں مقلد ہوتے ہیں۔ ان کے قول پر اعتماد کیا جاتا ہے جیسے امام الجصاص اور ابو اللیث السمر قندی وغیرہ اجتهاد فی الشرع، اجتهاد في المذهب اور اجتهاد فی المسائل کے باب میں تو اصحاب تخریج کو مجتہد نہیں مانا جاتا۔ چوں کہ یہ اجتہاد کے اصول و ضوابط اور مسائل کی تحقیق و تفصیل کو خوب جانتے ہیں، اس لیے قول مجمل ہو تو اس کی وجوہ کو جانتے ہیں، محتمل ہو تو اس کے احتمال کو جانتے ہیں۔

2 :اُصحاب الترجيح (فقہاء: جو مختلف اقوال میں سے کسی کو ترجیح دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں):۔

یہ اپنے فقہی مذہب کے قوانین اور فیصلوں کو یہ ثابت کرنے کے لیے کہ یہ لوگوں کے لیے زیادہ گنجائش، سہولت اور فوائد کے حامل ہیں، مماثلتوں اور دیگر شواہد کی مضبوطی کی بنیاد پر ترجیح یا فوقیت دیتے ہیں۔ لوگ ان کے فیصلوں پر بھروسہ کرتے ہیں۔ یہ تمام اصولوں اور فروعی قوانین میں فقہی مذہب کے امام کی پیروی بھی کرتے ہیں۔ وہ درپیش مسائل کے حل کے لیے فقہی امام کے ضابطوں اور قوانی کو مماثلتوں کی بنیاد پر ترجیح دیتے ہیں۔

3 :اصحاب التمیز (فقہا جو مختلف آراء و اقوال میں امتیاز کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں):۔

اُصحاب التمیز وہ فقہاء ہیں جن کے اندر مختلف اقوال میں امتیاز کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے کہ کون سا قول یا فتوی اقویٰ ہے، کون سا قوی ہے اور کون سا ضعیف کون سی رائے اصح ہے کون سی رائے صحیح ہے اور کون سی رائے درست نہیں ہے ان میں اتنا علم مطالعہ تحقیق اور صلاحیت ہوتی ہے کہ یہ بآسانی معلوم کر لیتے ہیں کہ ظاہر روایہ قول کون سا ہے ظاہر المذہب کونسا ہے اور روایت نادرہ کون سی ہے کتب فقہ کو دیکھیں تو ان میں ایک ایک مسئلے پر کئی اقوال ملیں گے اس طبقہ میں معتبر متون والے لوگ ہیں۔ جیسے: صاحب کنز الدقائق صاحب در مختار صاحب الوقایہ

صاحب شرح الوقایہ وغیرہ ان کے پاس کم از کم یہ فہم ہوتا ہے کہ تمام کتب سے اقوال مردودہ اور روایات ضعیفہ کو جمع نہیں کرتے بلکہ یہ تمیز کرتے ہیں کہ کیا لینا ہے اور کیا نہیں لینا اور اس کے بعد قول کو متن میں لاتے ہیں۔

سوال نمبر 49:۔ بٹائی پر زمین دینے میں الانتقال بین المذاھب کی وضاحت کریں۔

امام ابو بکر الجصاص لکھتے ہیں کہ :

امام ابو یوسف سے املا لینے والوں کا کہنا ہے کہ زمین کے مالک اور اس پر کاشت کرنے والوں کے درمیان بٹائی کا معاہدہ یعنی مزارعت ناجائز ہے۔

علامہ ابن تیمیہ اس کی یوں تشریح فرماتے ہیں :

امام ابو حنیفہ یہ فتوی دیا کرتے تھے کہ زمین کا بٹائی پر دینا یعنی مضارعت جائز نہیں ہے پھر انہوں نے اپنے فتوے میں ترمیم کر کے اسے یہ فرماتے ہوئے جائز قرار دے دیا بلاشبہ لوگ میرے مہمان ہیں تو ال فتوے پر عمل نہیں کریں گے اگر میں اس پر اصرار کروں گا تو اس پر عمل کرنا ان کے لیے مشکل ہو گا یہی وجہ ہے کہ ان کے صاحبین قاضی ابو یوسف اور امام محمد بن الحسن الشیبانی نے بھی اس کے جائز ہونے کے فتوے جاری فرمائے۔

سوال نمبر 50:۔ فجر میں قنوت پڑھنے میں الانتقال بین المذاھب کی وضاحت کریں۔

امام شافعی نے امام ابو حنیفہ کے مزار کے قریب نماز فجر کی ادائیگی کے دوران دعائے قنوت کی تلاوت نہیں فرمائی ایسا کرنے کی وجہ پوچھے جانے پر آپ نے فرمایا قبر میں لیٹے ہوئے شخص کے احترام میں میں نے دعائے قنوت کی تلاوت ترک کر دی ہے اس کے علاوہ ایک اور شخص نے روایت کی ہے کہ امام شافعی نے نماز کی ادائیگی کے دوران تسمیہ بھی با آواز بلند نہیں پڑھی تھی۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام شافعی الانتقال بین المذاھب کے موقف کے قائل تھے۔

سوال نمبر 51:۔ الانتقال بین المذاھب میں فقہاء ادب الاختلاف کو کیسے مقدم رکھتے تھے؟

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

مذاہب اربعہ کو اس سوال کا سامنا ہے کہ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے جس کا تعلق دوسرے کسی فقہی مذہب سے ہو۔ صحابہ کرام ،تابعین اور تبع تابعین نماز میں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھا کرتے تھے، جب کہ کچھ حضرات نہیں پڑھتے تھے۔ جب کہ بعض اونچی آواز سے اور بعض اسے دل میں پڑھا کرتے تھے۔ کچھ لوگ فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے جب کہ بعض نہیں پڑھتے تھے۔ کچھ لوگ قے یا حجامہ کروانے کے بعد وضو کا اعادہ کرنا ضروری سمجھتے تھے، جب کہ بعض اسے ضروری نہیں گردانتے تھے۔ کچھ لوگ اونٹ کا گوشت کھانے یا آگ پر بھنا ہوا کھانا کھانے کے بعد وضو کرتے جب کہ بعض ایسا نہیں کرتے تھے۔ پھر بھی یہ ساری باتیں انہیں کسی دوسرے فقہی مذہب سے تعلق رکھنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے نہیں روکتی تھیں۔

اسی طرح امام ابو حنیفہ، صاحبین، امام شافعی اور دیگر امام کسی بھی مالکی کی امامت میں، اس کے تسمیہ اونچی آواز میں یادل میں نہ پڑھنے کے باوجود بھی، نماز ادا فرمالیا کرتے تھے۔

امام ابو حنیفہ اور ان کے ساتھی خون کے نکلنے کے بعد وضو لوٹانے کی ہدایت فرمایا کرتے تھے۔ امام ابو یوسف نے دیکھا کہ خلیفہ ہارون الرشید نے جب حجامہ کے ذریعے اپنا خون نکلوایا تو اس کے بعد اس نے وضو نہیں کیا کیونکہ اس نے اس بارے میں امام مالک سے فتویٰ لیا تھا۔ امام ابو یوسف نے اس کی امامت میں نماز ادا فرمائی اور باجماعت نماز ادا کر چکنے کے بعد اس نماز کو الگ سے ادا نہیں فرمایا۔

اسی طرح امام احمد بن حنبل کا یہ ماننا تھا (اور انہوں نے یہ فتوی بھی دیا تھا) کہ حجامہ سے خون نکلوانے کے بعد وضو کا اعادہ کرنا چاہیے جب آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ کسی ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھ لیں گے جس نے حجامہ سے خون نکلوانے کے بعد وضو کی تجدید نہ کی ہو؟ تو انہوں نے فرمایا: ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ میں امام مالک اور سعید بن المسیب کی امامت میں نماز ادا نہ کروں؟

سوال نمبر 52:۔ الجمع بین التقید و التوسع کا کیا مفہوم ہے؟

آج کے مسلمانوں کے انفرادی اور اجتماعی مسائل کے بنیادی حل کو **الجمع بین التقید و التوسع** کا نام دیا گیا ہے۔ **التقید** یعنی کسی ایک فقہی مذہب کی سختی سے پیروی کو انفرادی سطح کے مسائل اور **التوسع** یعنی وسعت نظری یا فراخی کو عالمی سطح کے مسائل کو حل کرنے کے لیے کارآمد مانا گیا ہے۔

سوال نمبر 53:۔ کن مسائل کا انحصار فقہی مذہب کی بجائے پورے دین پر ہونا ضروری ہے؟

بلاشبہ اسلامی بینکاری اور مالیاتی نظام اور اسی طرح سے انسانی زندگی کے بڑے دائرے سے متعلقہ معاملات کا صرف کسی ایک فقہی مذاہب کے بجائے پورے دین پر مرکوز ہونا ضروری ہے ہمیں دین کے دائرے اور فقہ کے دائرے میں فرق کرنا ہوگا فقہ ایک جز ہے جبکہ دین کل ہے ہم دین پر **التوسع بین المذاھب** کے ذریعے ہی عمل کر سکتے ہیں۔

سوال نمبر 54:۔ جدید عصری مسائل کے حل کے لیے رہنما اصول بیان کریں۔

ذیل میں ہمہ گیر رواداری اور وسعت کے طریقے کے ذریعے جدید دور کے مسائل کے فقہی حل تلاش کرنے کے لیے رہنما اصول بیان کیے گئے ہیں:

1. جہاں تک اور جیسے بھی ممکن ہو سکے ہماری کوشش ہونی چاہیے کہ ہم تمام مسائل کا حل آئمہ کرام کے فرامین اور فتاوی سے نکالیں اور چاروں فقہی مذاہب کے اندر رہ کر اسے ممکن بنائیں۔
2. امت میں میرے ساتھ تقلید کے لیے مقبول مذاہب میں سے کسی ایک کے پاس بھی اگر موجودہ اور جدید دور کے پیچیدہ مسائل یا پر پیچ معاملات کا حل موجود ہو تو اسے مسئلے کو حل کرنے کے لیے اپنا لینا چاہیے۔
3. یہ اس لیے کہ ضرورت کا مطالبہ یا وقت کے جبری مداخلت نہ ہو تو اجتہاد کے دروازے کو بالکل کھلا چھوڑ دیتی ہے اور نہ ہی سے بالکل بند کر دیتی ہے درست اور متوازن راستہ ان دونوں انتہاؤں کے درمیان کا ہے تاکہ اجتہاد کو صرف کسی حقیقی ضرورت کے تحت ہی زیر عمل لایا

جائے۔مزید برام یہ جہاد فقہی مذاہب کے مرتب کردہ اصولوں سے نہ تجاوز کر سکتا ہے اور نہ ہی ان سے ازاد ہو کر کوئی حالت دے سکتا ہے۔

4. فقہی مذہب کی تبدیلی کسی ذاتی خواہش کی تکمیل کے لیے نہیں ہونی چاہیے بلکہ اسے کسی مذہبی ضرورت یا کسی عمومی مصلحت کے تحت ہونا چاہیے۔
5. کسی کا اپنے امام کے موقف کو چھوڑ کر دوسرے فقہی مذہب کے امام کے فیصلے کو اپنانا ٹھوس شہادت شرعی مصلحت یا اجتماعی حالات کے تقاضوں کے تحت ہونے چاہیے اس کا مقصد کسی الوہی حکم سے فرار ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔
6. صرف ایسا شخص ہی ایک فقہی مذہب کو ترک کر کے دوسرے کو اپنانے کا مجاز ہے جو ہر طرح سے کمزور اور کبھی دلائل کے فرق کو پرکھنے کا اطمینان بخش حاد تک اہل ہونے کے ساتھ ساتھ شرعی مصلحتوں کا بھی بھرپور علم رکھتا ہو۔
7. ان بھائی شروع کرا گر کوئی بھی حل ان تمام ماخذ سے رجوع کے باوجود دستیاب نہ ہو سکے تو پھر قیاس سے اس کا حل دریافت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیہ کہ اس سلسلے میں بروئے کار لایا جانے والا قیاس متعلقا امتیازی نہ ہو۔
8. اگر مذاہب اربہ جدید دور کے کسی مسئلے کا کیا سی حل پیش نہ کر رہے ہوں تو پھر ہمیں مفسرانہ استخراج کی طرف جانا چاہیے یہ قران وسنت کی عمومی شرعی دفعات کی پیروی کرتے ہوئے مفسرانہ اور فقہی اصولوں کے تحت قران مجید کے متن کی پھر سے تشریف کا نام ہے۔
9. بعض فقہی اصول ابتدائی زمانہ سے ہی رائج ہو گئے تھے جبکہ ابھی اسلامی فقہی مذاہب قائم نہ ہوئے تھے اور نہ ہی امت انہیں اپنایا تھا کرون اولی کے تمام سلف صالحین بن اصولوں کا اختیار کیا تھا انہی اصولوں میں سے ایک باہمی عمل بھی ہے اس اصول کے مطابق جب بھی وسعت فراہ کے ایک ناگزیر ضرورت بن جائے تو کسی ایک کے شرعی قوانین کو وقت کی ضرورت یا تقاضوں سے مطابقت کی روشنی میں اپنا لیا جائے گا۔
10. بعض متعصب لوگ کہتے ہیں کہ مطلق استنتاجی استدلال چار ائمہ کے بعد ختم ہو گیا اور اجتہاد فی المذہب کنزالد قائق کے مصنف امام نسفی کے ساتھ ختم ہو گیا اب کوئی مجتہد فی المذہب موجود نہیں ہے اس طرح کا بیان ایک لغوبات کے سوا کچھ نہیں۔
11. اگر ہم مذکورہ بالا نتائج اخذ کرنے کے طریقوں کی فقہی بنیاد بن سکنے والے الوہی حکم کا کوئی واضح متن تلاش نہ کر سکے تو پھر ہمیں عوامی مفاد کی بنیاد پر ترجیح کا راستہ اپنانا چاہیے۔ یعنی: **الاستحسان، الاستصحاب، الاستصلاح، المصالح المرسلة، العرف، العادة الضرورة** اور **تغير الاحكام بتغير الزمان** وغیرہ کا راستہ اپنانا ہو گا۔
12. آخری اور سب سے اہم نقطہ یہ ہے کہ کسی بھی صورتحال میں وسعت اور سہولت کاری مذاہب اربع لازمی طور پر درکار ہے اسے حالات کے تقاضوں اور اسلامی تعلیمات کی روح میں مطابقت کی بنیاد پر اپنایا جائے گا۔

تمت بالخير